خادم حسین

کہانی

ایک تھی ملکہ.........

ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ کسی ملک پر ایک ملکہ حکومت کرتی تھی۔ بڑی دانشمند، مہربان اور انصاف پسند! اس کے زمانے میں ملک نے بہت ترقی کی۔ رعایا اس کو بہت پسند کرتی تھی اس بات کی شہادت نہ صرف اس زمانے کے محکمہ اطلاعات کے کتابچوں اور پریس نوٹوں سے ملتی ہے بلکہ ملکہ کی خود نوشت سوانح عمری سے بھی۔

ملکہ عالیہ کے زمانے میں ہر طرف آزادی کا دور دورہ تھا۔ مذہب اور اخلاق سے عوام آزاد تھے۔ اخبار آزاد تھے۔ کہ جو چاہیں لکھیں۔ بشرطیکہ وہ ملکہ کی تعریف میں ہو، خلاف نہ ہو۔ ہوتا یہ آیا ہے کہ امیر اور جاگیردار عیش کرتے ہیں اور غریبوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ مگر اس کے دور میں امیر لوگ عیش نہیں کرتے تھے۔ اور غریبوں کو ہر کوئی اتنا پوچھتا تھا کہ وہ تنگ آجاتے تھے۔ لوگ ننگے کلبوں میں جاتے تھے۔ ایک دوسرے کو جلسوں میں ننگا کرتے تھے۔ عوام تک کے کپڑے اتار لیتے تھے۔ عورتیں ننگی گھومتیں تھیں، ننگی ناچتیں تھیں۔ کاغذ کی روٹی، کاغذ کا کپڑا اور کاغذ کے مکان رعایا میں تقسیم کئے جاتے۔ انصاف لوگوں کی دہلیز تک پہنچایا جاتا۔ عوام اس بے خوفی کی زندگی بسر کرنے کہ مقتول قاتل کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈرتا۔

ملکہ کا زمانہ ترقی اور خوشحالی کے لئے بہت مشہور ہے۔ غریبوں اور کسانوں سے اسے بہت ہمدردی تھی۔ ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی نظر آتی۔ کہیں تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ اپنی رس بھری تقریروں سے ملکہ نے غریب عوام کا مقدر بدل دیا تھا۔ جو لوگ لکھ پتی تھے دیکھتے دیکھتے کروڑ پتی ہوگئے۔ اس کے وزیر غریبوں کا خون نہیں پیتے تھے۔ اگر کبھی غریبوں کا خون چوسنے کو جی چاہتا تو تھوڑی سی شراب پی لیتے تھے۔ حسن انتظام ایسا تھا کہ امیر لوگ سونا اچھالتے اچھالتے ملک کے اِس سرے سے اُس سرے تک بلکہ بعض اوقات بیرون ملک بھی چلے جاتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ پوچھے اتنا سونا کہاں سے آیا اور کہاں لئے جارہے ہو۔

مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس نے شادی بھی غریب گھرانے کے ایک فرد سے کرلی تھی اور نکاح اپنے وقت کے پتھر الاسلام خواجہ عذاب اللہ کثیر الفسادی نے پڑھایا تھا۔ اسے روحانیت سے شغف تھا۔ کئی پیروں کی دعائیں لیں اور کئی مزاروں پر حاضری دی۔ طبیعت میں عفو اور درگذر کا مادہ ازحد تھا۔ اگر کوئی آکر شکایت کرتا کہ فلاں شخص نے ماردینے کی دھمکی دے کر کروڑوں روپے ہتھیا لئے ہیں۔ یا فلاں کارخانے یا زمین پر قبضہ کر لیا ہے تو مجرم خواہ ملکہ کا کتنا ہی قریبی عزیز کیوں نہ ہو، وہ کمال سیر چشمی سے اسے معاف کردیتی تھی۔ بلکہ شکایت کرنے والے پر خفا ہوتی تھی کہ عیب جوئی بری بات ہے۔

اس کے دور میں زنا نام کو نہ تھا۔ مرد اور عورت ایک پیالے میں شراب پیتے، سوشل کنٹریکٹ کرتے،

مجال ہے کبھی فتور ہو جائے۔ اس کے عہد میں کاغذ کے نوٹ اور کاغذ کے ووٹ چلتے تھے۔ کاغذ کا ایمان اور کاغذی مسلمان تھے۔ کاغذ کے اخبار اور کاغذی کالم نگار تھے۔ ملکہ کی باتیں بصیرت سے خالی اور وعدے حقیقت سے خالی تھے۔ ملکہ کے وزیروں کے نام بڑے اور درشن چھوٹے تھے۔

قصّہ گو کہتے ہیں کہ ملکہ کی ماں اپنے بیٹے کو بادشاہ بنانا چاہتی تھی۔ ملکہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ حکومت ویسے ہی بہت بری چیز ہے۔ اورنگزیب نے اس کی خاطر اپنے باپ کو جیل میں ڈال دیا تھا اور بھائیوں کو مروا دیا تھا۔ اور پھر اقتدار نے تو نبی ﷺ کے نواسے رضی اللہ عنہ کو معاف نہیں کیا تھا۔ ملکہ کی ماں اور اس کا بھائی کس باغ کی مولی تھے۔ اس نے اپنے بوڑھے مشیروں کے کہنے پر بھائی کو قید کر دیا اور ماں کو محل سے نکال دیا۔

ملکہ کے دور کے فردوسی نے اپنے دیوان میں اس کا قصیدہ یوں لکھا ہے۔

کیا رخ پہ اس کے لالی تھی اک آمر نے وہ پالی تھی
منہ سرخ اور دل کی کالی تھی تھا درد اسے مزدوروں کا
ناداروں کا مجبوروں کا خود ٹولہ تھا مغروروں کا
وہ حرص و ہوس کی ماری تھی اسے کرسی کی بیماری تھی
وہ پاپی ایک شکاری تھی وہ سوشل بین بجاتی تھی
پر کولہوں کو مٹکاتی تھی کیا خوب وہ ناچ دکھاتی تھی
تھی حافظ لال کتابوں کی تھی عاشق سرخ شرابوں کی
اور حامی خون خرابوں کی ہر شہر میں خوب اچھلتی تھی
ہر جگہ پہ رنگ بدلتی تھی خود اپنی آگ میں جلتی تھی
وہ نام اسلام کا جپتی تھی قرآن پہ ہاتھ بھی رکھتی تھی
پر تسبیح غیر کی پڑھتی تھی

تاریخ میں آیا ہے کہ جب ملکہ کا دل حکومت سے بھر گیا تو وہ اپنی چیک بکیں لے کر تارک الدنیا ہو گئی۔ کوہ قاف کی طرف نکل گئی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے دلوں میں وہ اب بھی زندہ ہے واللہ اعلم بالصواب!

(استفادہ "اردو کی آخری کتاب" از ابن انشاء)

فرمانِ رسول ﷺ

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:
مَنْ سَبَّ الْأَنْبِیَاءَ قُتِلَ! وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِی جُلِدَ۔!

جو شخص انبیاء علیہم السلام کو برا کہے ؟ اُس کو قتل کر دیا جائے! اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی بکے اُس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے۔!